السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک شخص اعتراض کرتا ہے کہ نماز فجر کے متعلق مسلم کی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ وقت نماز صبح کا فجر کے طلوع ہونے سے آفتاب کے طلوع ہونے تک ہے ۔ پس جس وقت سورج طلوع ہو تو تُو نماز سے ہٹ جا ۔ کیونکہ وہ درمیان شیطان کے دو سینگوں کے طلوع ہوتا ہے ۔ '' (اب اس پر حاشیہ لکھا ہے) ۔ سورج کا شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہونا ملاحظہ ہو ۔ اب اگر اس حدیث کی بناء پر آریہ ، عیسائی اسلام پر ہنسی اڑائیں تو اس کا کیا قصور ہے ۔ سورج بالاتفاق زمین سے بہت بڑا ہے ۔ تو خیال کیجیئے شیطان کے سینگ کتنے بڑے ہوں گے ۔ جن کے درمیان خود اتنا بڑا سورج آجاتا ہے اور خود شیطان کتنا بڑا ہو گا جس کے اتنے بڑے سینگ ہیں ۔ پھر یہ شیطان اہلحدیث کے دلوں میں گھس جاتا ہے اور وسوسے بھی ڈالتا ہے یہ نہیں بتایا گیا کہ شیطان کے سینگوں پر سورج کیوں لادا گیا کیسی معقول حدیث ہے اور پھر شرح کیسی معقول ہوئی ۔ کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ اللہ کا رسول جو کہ عقل ودانش ہر بات میں اپنے تمام لوگوں سے افضل ہوتا ہے ۔ ایسی لغو اور بے سر وپا باتیں کہے ۔ ہر گز نہیں قطعاً نا ممکن ہے ۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہ خرافات کسی ایسے شخص نے گھڑ کر لگائے ہیں جو کہ عقل کا بودا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا دشمن ہے ۔ کوئی یہودی یا عیسائی ہے ۔ ایسا قبیح کام کسی مسلمان باایمان کا نہیں ہوسکتا ۔ بیچارے امام مسلم رحمہ اللہ نے بے سوچے سمجھے کسی یہودی یا عیسائی کی حدیث کو جو کہ پیغمبر علیہ السلام کا پکا دشمن ہے اپنی کتاب میں درج کردیا ۔ ورنہ پیغمبر علیہ السلام کی شان نہیں جو ایسی باتیں کہے ۔ '' اس کا مدلل جواب دیجئیے ؟ ازراہِ کرم کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں ۔ جزاکم اللہ خیرا

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

انسان کو چاہیے کہ جس بات پر اعتراض کرے پہلے اس کا صحیح مطلب سمجھے ۔ کیونکہ بے سمجھی سے اعتراض درحقیقت اس بات پر اعتراض نہیں ہوتا ۔ بلکہ اپنی عقل کی خفت ہوتی ہے ۔ مخالفین قرآن کو جھٹلاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

«بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه»

''یعنی '' انہوں نے ایسی شئے کو جھٹلا دیا جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا ۔

سو جو اس حدیث پر اعتراض کرتا ہے اس کو اس حدیث کا اصل مطلب سمجھ لینا چاہیے ۔ ورنہ ویسے تو مخالف قرآن مجید پر بھی مذاق اڑاتے ہیں ۔ مثلاً کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے :

تَغرُبُ فى عَينٍ حَمِئَةٍ --سورة الكهف 86

''اسے ایک دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا ہوا پایا''

تو کیا اس مذاق سے قرآن مجید پر کچھ اثر پڑا ؟ ہر گز نہیں ۔ کیونکہ آیت کا مطلب وہ نہیں جو مخالف سمجھتے ہیں ۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذوالقرنین کو ایسا معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ اس کی اور توجیہات بھی ہیں ۔ اسی طرح اس حدیث کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ہمارے لحاظ سے آفتاب شیطان کے سینگوں کے درمیان نکلتا ہے ۔ جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

تَطلُعُ عَلىٰ قَومٍ لَم نَجعَل لَهُم مِن دونِها سِترًا --سورة الكهف 90

''اسے ایک ایسی قوم پر نکلتا پایا کہ ان کے لئے ہم نے اس سے اور کوئی اوٹ نہیں بنائی ۔ ''

کیا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب اس قوم پر طلوع کرتا ہے ہم پر طلوع نہیں کرتا ؟ ہر گز نہیں ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ مشرق کی جانب ہماری نسبت سورج کے قریب ہیں ۔ تو ہمارے لحاظ سے آفتاب ان پر نکلتا دکھائی دیتا ہے ۔ اسی لیے فرمایا کہ ذوالقرنین نے ایسا پایا ۔ نہ کہ حقیقت میں ایسا تھا ۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی بابت فرمایا :

«یخیل الیه من سحرهم انها تسعی»

''یعنی '' موسیٰ علیہ السلام کو خیال آیا کہ جادوگروں کی سوئیاں رسیاں دوڑتی ہیں ۔

ٹھیک اسی طرح حدیث کا مقصود ہے کہ ہمارے لحاظ سے سورج شیطان کے سینگوں میں نکلتا ہے ۔ سینگوں سے مراد سر ہے ۔ سورج نکلتے وقت اور غروب ہوتے وقت سورج کے پوجنے والے سورج کی پوجا کرتے ہیں تو شیطان اس وقت سورج کی طرف نزدیک ہوتا ہے ۔ تاکہ وہ پوجا درحقیقت اس کی ہو ۔ جیسے وہ پتھر اور درخت جن کی پوجا ہوتی ہے ان میں شیطان قرب کرتا ہے ۔ تاکہ اس کو سجدہ ہو ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے :

إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا --سورة النساء 117

''یعنی '' یہ تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور دراصل یہ صرف سرکش شیطان کو پوجتے ہیں۔

چونکہ اس دین میں توحید کامل ہے اس لیے مشابہت شرک سے بھی منع فرمادیا۔ جیسے قبرستان میں نماز پڑھنا منع ہے۔ گھروں میں تصویریں رکھنا منع ہے۔ اسی طرح غروب اور طلوع کے وقت نماز منع ہے۔تاکہ سورج کے پوجنے والوں سے مشابہت نہ ہو۔ پس اس حدیث کا صرف اتنا مطلب ہے۔ اس کے علاوہ بعض اور وجوہات بھی ہیں مگر کمی فرصت کی وجہ سے اسی پر اکتفاء کی گئی ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اہلحدیث

کتاب الایمان، مذاہب، ج1ص179

محدث فتویٰ